ریاکاری سے بچیں اور اخلاص پیدا کریں

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

ریا انسانی اخلاق کے ایک ایسے مذموم وصف کا نام ہے، جسے اگر فلسفۂ اخلاق کے نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو انسان کے اندر پرورش پانے والی اس مذموم نفسیاتی بیماری کی بنیادی وجہ زیادہ گہرائی میں جائے بغیر معلوم ہوجاتی ہے۔ پہلے انسان میں جذبۂ تکبر پروان چڑھتا ہے، اس کے دل و دماغ میں دوسروں کی نظر میں اپنی قدر و منزلت اور قد کاٹھ بڑھانے کی ہوس نشوونما پاتی ہے اور پھر ریاکاری اسی جذبہ کی کوکھ سے جنم لیتی ہے۔

ریاکار مصنوعی لبادہ اوڑھ کر اپنی صورت و سیرت کو پُرکشش بنا کر دیکھنے والوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بس اس کے دماغ میں یہی ایک سودا سمایا رہتا ہے اور اس پر یہی نشہ چھایا رہتا ہے۔ یہ کیفیت عام معمولاتِ زندگی سے لے کر عبادات وطاعات تک میں کارفرما رہتی ہے۔ اخلاص بارگاہِ ایزدی میں ہر عمل کو حسن قبول عطا کرتا ہے، جب اخلاص کی جگہ دل میں ریا ہو تو عبادت سے حلاوت وروحانیت اور مقبولیت اُٹھ جاتی ہے۔

ریا کی مختلف صورتیں ہیں جن میں طاعات وعبادات سے لے کر زندگی کے عام معاملات بھی آتے ہیں۔ اب اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ ایک آدمی تنہا نماز پڑھتا ہے، جب اسے کسی اور کے آنے کا احساس ہوتا ہے تو وہ اپنی نماز میں خشوع وخضوع کا اہتمام اور اس کے ارکان میں تعدیل کی شان پیدا کر دیتا ہے تاکہ دیکھنے والا استغراق و اہتمام کا یہ عالم اور نماز میں اس کی شانِ عبدیت دیکھ کر ایک اچھا تاثر قائم کرے اور اس کی بزرگی کا قائل ہوجائے۔ یہ ریا ہے اور گناہِ کبیرہ ہے۔

اسی طرح اگر ایک آدمی مسجد کے اندر تو اپنے اوپر خشوع وخضوع کی کیفیت طاری کر کے نماز کے تمام ارکان شانِ اعتدال کے ساتھ ادا کرنے کی رعایت کرتا ہے، لیکن نماز میں اس کی یہ شان گھر کی چاردیواری میں پڑھی جانے والی نماز میں برقرار نہیں رہتی۔ یہ بھی ریاکاری ہے، ورنہ مسجد اور گھر میں ادا کی جانے والی نماز میں اس واضح تفاوت اور نمایاں فرق کی آخر کیا وجہ ہوسکتی ہے؟!!

اسی طرح ایک مدرسہ یا اسکول میں پڑھانے والے استاذ کا تصور کیجیے وہ عرصہ سے اپنے طبعی انداز میں درس دیتا ہے۔ طلباء اور استاذ کے درمیان انس ومحبت کا رشتہ استوار ہوتا ہے لیکن جب وہ ایسی جگہ مدرس بن کر منتقل ہوجاتا ہے،

جہاں شاگرد ناموس اور اجنبی ہوتے ہیں، وہ اس اجنبیت کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے شاگردوں کو متاثر اور مرعوب کرنے کے لیے ایک نیا لب ولہجہ اور پہلے سے زیادہ عمدہ اسلوب اختیار کرتا ہے۔ اپنی علمیت کی دھاک بٹھانے اور معلومات کی وسعت کا نظارا کرنے کے لیے طویل بحثیں کرتا ہے۔ یہ بھی ریا ہے۔

ریا کا وسوسہ بھی ہوتا ہے۔ اس کا مواخذہ نہیں۔ ہمارے ایک کرم فرمانے کہا کہ وہ ہر کام میں اللہ کی رضاء جوئی اور اپنے مقصد میں مخلص اور بے ریا رہنے کی بہتیری کوشش کرتے ہیں، ریا کے خیال تک سے کوفت ہوتی ہے، اس کے باوجود اس تصور سے دامن بچا کر نکلنے میں ناکامی ہوتی ہے۔ یہ ریا نہیں محض ایک وسوسہ ہے۔ البتہ وسوسہ سے خلاصی کا بھی ایک نسخہ ہے، عمل پر مداومت کرتے ہوئے اپنے اختیار سے ہر کام میں رضائے حق کا قصد کیا جائے نہ کہ رضائے خلق کا۔ اگر بلا قصد رضائے خلق کا وسوسہ ہو تو اس کی مطلق پرواہ نہ کی جائے۔ اس طرح ریا کے وسوسے بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب رذائل سے اعراض کی مسلسل مشق کی جائے، تو نفس پر قابو پانے میں دشواری نہیں رہتی۔ بسا اوقات ابتداءِ عبادت میں اخلاص نہیں ہوتا، لیکن مسلسل ممارست اور مشق وتمرین سے اخلاص کی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ ایک معتکف نے عبادت وریاضت میں بڑا مبالغہ کیا، اس مجاہدہ کی غایت یہ تھی کہ لوگ اسے عبادت گزار سمجھ کر شادی کا پیغام دیں گے لیکن جب کوئی پیغام نہیں آیا، تو خیال آیا اللہ سے کیوں نہ مانگا جائے، جس سے اس کی رضا بھی حاصل ہو اور ثواب بھی۔ جب عبادت وریاضت میں اخلاص کا جذبہ پیدا ہوا تو اس کی دعا کو حسنِ قبول ملا۔ شادی کے پیغام موصول ہوتے گئے۔ مدعا یہ ہے کہ عمل سے اخلاص بھی در آیا اور گوہرِ مراد بھی حاصل ہوا۔

سید الطائفہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر عبادت ریا کے لیے کی جائے، تو وہ عادت بن جاتی ہے، پھر ریاکاری کی یہ عادت عبادت بن جاتی ہے۔

ذکرِ جہری میں فوائد بھی مضمر ہیں اور حسّی لذت بھی۔ اگر وسوسہ پیدا ہو کہ یہ ریاکاری ہے تو دل کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا جائے کہ چند دن کی بات ہے، کچھ عرصہ یہ کیفیت ریا ہو گی، پھر عادت کی صورت اختیار کرے گی۔ بالآخر یہ عادت عبادت بن جائے گی:

وہ ریا ۰ں پر عابد تھے طعنہ زن
پہلے عادت پھر عبادت ہوگئی

قبولیتِ عمل کی بنیاد ایمان واخلاص پر استوار ہے۔ ایمان اور روحانیت لازم وملزوم ہیں۔ ایمان روحانیت کے لیے بنیاد ہے۔ اس بنیاد پر تعمیر کی جانے والی عمارت سنتِ نبوی پر عمل کرنے سے ایستادہ ہوتی ہے۔ الغرض ہر عمل کی

بنیاد ایمان ہے، پھراس کی تعمیر وتشکیل سنت نبوی سے ہوتی ہے اور اس میں روح اخلاص سے آتی ہے۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاص کی دعا فرمائی ہے۔ اللهم اجعل أعمالي كلها خالصة لوجهك ولاتجعل لأحد منها شيئا ۔ یعنی اے اللہ! میرے تمام اعمال اپنی ذات کے لیے خاص کردے اس طرح کہ غیر کی اس میں شرکت نہ ہو۔

اور ایک موقعہ پر فرمایا: ''اللهم إني أستغفرك من كل خير أردت به ذاتك فخالطني فيها ماليس لك''۔ ''اے اللہ! میں اس خیر سے استغفار کرتا ہوں جس کا ارادہ تو میں نے ایک ہی کے لیے کیا لیکن جو آپ کے لیے نہیں تھا اس کے ساتھ اس کا بھی اختلاط ہوا۔

قیامت کے دن اعمال کا وزن ہوگا تو ان کی کمیت (مقدار) اور کیفیت پر فیصلہ ہوگا، اخلاص جس قدر فراواں ہوگا، اُن اعمال کا وزن اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یکفیك قليل من العمل مع الإخلاص''یعنی اگر اخلاص ہوتو تھوڑا عمل بھی تمہارے لیے کافی ہے۔

اخلاص کے بڑے عجیب ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ایک بزرگ نے عہد کیا کہ وہ سوائے خدا کے کسی بندہ کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے گا۔بھوک لگی، باغ کے اندر گئے۔پھل کی طرف ہاتھ بڑھایا، لیکن یہ خیال آتے ہی کہ مالک کی اجازت نہیں، ہاتھ روک دیا۔اسی باغ میں رہزنوں اور چوروں کی کمین گاہ تھی، سپاہی آئے تو یہ بزرگ پکڑے گئے۔ان کے دونوں ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ ہوا، ایک ہاتھ کاٹا گیا، دوسرا ابھی کٹنے ہی والا تھا کہ ایک آدمی گھوڑے پر سوار چیختا چلاتا آیا کہ یہ رہزن اور چور نہیں، اللہ کا برگزیدہ بندہ ہے۔سپاہیوں نے عذر خواہی کی، لیکن اللہ کے اس نیک بندہ نے کہا، غلطی اسی کی تھی، یہ ہاتھ ارتکاب معصیت کا اقدام کررہا تھا، نتیجتاً کٹ گیا۔اللہ کے اس ولی کو قطع ید پر ندامت نہیں، مسرت تھی، کہ اب لوگ اسے چور سمجھیں گے، معاشرے میں اس کی بزرگی اور تقویٰ کے جو چرچے تھے، نہیں رہیں گے یوں مخلوق سے خلاصی ہوگی۔ٹوکری دو ہاتھوں سے بنتی ہے اور یہی صنعت ان کا ذریعہ آمدن تھا۔قدرت کا کرشمہ دیکھیے، جب یہ بزرگ ٹوکریاں بناتے، وہ کٹا ہاتھ صحیح وسالم ہوجاتا، عملِ صنعت سے فارغ ہوتے ہی وہ ہاتھ غائب ہوجاتا۔ایک آدمی کو تجسّس ہوا، خلوت کے وقت گھر میں جا گھسا، مشاہدہ کیا کہ کٹا ہاتھ صحیح وسالم ہے۔گھر سے نکل کر اپنے اس حیرت انگیز مشاہدہ کا ڈھنڈورا پیٹتے ہوئے اس نے اصل صورت حال بے نقاب کردی۔لوگوں کو حیرت واستعجاب ہوا، بزرگ نے بھی پریشان ہوکر اللہ سے شکوہ کیا۔اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ اطلاع دی کہ مجھے پسند نہ تھا کہ میرے ایک مخلص اور برگزیدہ بندہ کو چور، ڈاکو اور رہزن کی حیثیت سے دیکھا جائے۔

قاضی عبدالرحمٰن پانی پتی معروف بزرگ ہیں۔ ١٨٥٧ء کی جنگِ آزادی کی بات ہے، معاشرہ جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، تعلیم سے کوسوں دور اور شریعت کے احکامات سے لاعلم۔ بچوں اور عورتوں کو بے گناہ موت کے گھاٹ اتارا جاتا۔ قتل وغارت گری کی گرم بازاری تھی۔ واقعہ ہے کہ عدم تحفظ کا شکار انگریز عورتیں اپنے بچوں کے ہمراہ قاری صاحب کے گھر میں پناہ گزیں ہوگئیں۔ حالات کے پُر امن ہونے کے بعد یہ عورتیں واپس چلی گئیں۔ عرصہ بعد قاری صاحب کو کمشنر کا خط موصول ہوا، اس میں لکھا تھا کہ آپ کے نام سالانہ ایک لاکھ روپے مالیت کی جائیداد کا فیصلہ ہوا ہے۔ تشریف لاکر کاغذات وصول کر لیجیے۔ قاری صاحب نے اس پیشکش پر توجہ نہ دی، کمشنر خود آیا، قاری صاحب کے دریافت کرنے پر کمشنر نے اس انعام کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ آپ نے ہماری عورتوں اور بچوں کو تحفظ فراہم کیا تھا، یہ اسی احسان کا صلہ ہے۔ قاری صاحب نے کہا! میں نے تو اللہ کی شریعت پر عمل کے جذبہ سے انھیں تحفظ فراہم کیا تھا۔ کسی بندہ سے صلہ کی تمنا ہرگز نہ تھی۔

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ سے ہم نے خود سنا کہ علامہ انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ ختم بخاری کے موقع پر طالبان علوم نبوت سے فرماتے تھے؟ یہ علم دنیا طلبی کے لیے نہیں، حصولِ دین کے لیے وضع ہوا ہے۔ اگر اس مقصد کو پیش نظر نہ رکھا گیا تو تم "خسر الدنیا والآخرۃ" کا مصداق بن جاؤ گے۔ علم کو دنیا اور عیش وعشرت کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے تو یہ سانپ بن جاتا ہے۔ اگر اس کو حصولِ دین کے لیے استعمال کیا جائے تو معین ومددگار ثابت ہوتا ہے:

علم را برتن زنی مارے بود
علم را بر دل زنی یارے بود

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو حصولِ علم کا موقع دیا ہے وہ اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھیں اپنے اعمال کو ریا سے بچائیں اور ان میں تصحیح نیت اور اخلاص کا اہتمام کریں۔ اس سے دین ودنیا دونوں حاصل ہوں گے، دنیا ذلیل چیز ہے، وہ قدموں میں خود آکر گرتی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: "قل متاع الدنیا قلیل" (فرمادیجیے کہ دنیا کا تمتع محض چند روزہ ہے) "وما الحیوۃ الدنیا الالھو ولعب" (دنیا کی زندگی تو بجز لہو ولعب کے کچھ نہیں) اصل آخرت ہے، اللہ کی رضا اور آخرت کو پیش نظر رکھ کر جو عمل کیا جائے، اس میں برکت بھی ہوتی ہے، روحانیت کی حلاوت بھی محسوس ہوتی ہے اور اللہ کے ہاں اسی عمل کو قبولیت بھی ملتی ہے اور دنیا وآخرت دونوں کامیاب ہوتی ہیں۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

☆☆☆